سوال

مذموم غلو کیا ہے ؟

جواب

الحمدللہ

اول :

جس حدیث میں تنطع اور غلو کی مذمت آئی ہے وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے جس میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" تنطع یعنی غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے، آپ نے یہ بات تین بار دھرائی "

صحیح مسلم حدیث نمبر (2670).

تنطع اور متنطعین کی شرح میں علماء کرام کی بہت ساری عبارات ہیں جن کا معنی ایک ہی ہے اس میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں، اور یہ سب ایک ہی معنی پر متفق ہیں، جو ایسی جگہ تکلف اور تشدد کرنا ہے جہاں نہیں کرنا چاہیے، یعنی غیر صحیح مقام پر تشدد اور تکلف سے کام لینا تنطع کہلاتا ہے ذیل میں تنطع کے معانی دیے جاتے ہیں :

1 عبادت اور معاملہ میں غلو سے کام لینا، وہ اس طرح کہ یہ زائد مشقت کا باعث بنے، اور پھر شریعت اسلامیہ نے تو وہی حکم دیا ہے جس میں آسانی وسہولت ہے اور دین میں تشدد سے منع فرمایا ہے، لوگوں نے دین میں جو تشدد اور غلو کرلیا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں جنہیں علماء نے تنطع میں شمار کیا ہے ان صورتوں کو شمار کرنا مشکل ہے

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" یعنی تعمق اور غلو کرنے والے جو اپنے افعال واقوال میں حد سے تجاوز کرتے ہیں " انتہی

دیکھیں : شرح مسلم (220/16).

2 دین میں بدعات کی ایجاد : یعنی اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے حرام نہیں کیا اسے حرام کردینا، اور عبادات کی ایسی صورتیں ایجاد کرنا اور التزام کرنا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں وجود نہ تھا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" وہ رہبانیت اور عبادات جسے اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع نہیں کیا یہ مشرکوں کی جنس تحریم میں شامل ہوتی ہیں جنہیں اللہ نے ان کے لیے حلال کیا تھا لیکن انہوں نے خود اپنے اوپر حرام کرلیں

اور یہ بالکل اسی تنطع اور غلو اور تعمق کی مثل ہے جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذمت کرتے ہوئے فرمایا :

"غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے :

"اگر میرے لیے مہینہ اور لمبا کر دیا جاتا تو میں وصال کرتا (یعنی تسلسل کے ساتھ روزے رکھتا رہتا) ایسا وصال کہ غلو کرنے والے اپنے غلو کو چھوڑ دیتے"

مثلا حد سے زیادہ بھوک اور پیاس جو عقل و جسم کے لیے نقصاندہ ہو، اور واجبات و فرائض یا مستحبات کی ادائیگی میں رکاوٹ بنے

اور اسی طرح ننگے رہنا اور جوتے نہ پہننا اور چلنا جو انسان کے لیے مضر ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو، مثلا ابو اسرائیل کی حدیث جس نے نذر مان رکھی تھی کہ وہ روزہ رکھے گا اور کھڑے رہے گا اور بیٹھے گا نہیں، اور نہ ہی سایہ اختیار کریگا، اور بات چیت بھی نہیں کریگا، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اسے حکم دو کہ وہ بیٹھ جائے اور سایہ اختیار کرے، اور بات چیت بھی کرے اور اپنا روزہ مکمل کرلے"

اسے بخاری نے روایت کیا ہے، اور یہ باب بہت وسیع ہے "انتہی

دیکھیں : مجموع الفتاوی (620/10).

3 کلام میں گہرائی اور باچھیں کھول کر تکلف سے فصیح کلام کرنے کی کوشش، جس سے لوگوں کے دل اس کی جانب مائل ہوں، نہ تو اس کا کوئی معنی ہو اور نہ ہی وہ کلام کوئی مضمون رکھتی ہو، اور اس کے ایسا کرنے سے کسی فائدہ کی امید نہ ہو

4 ابن ابی الدنیا نے یہ حدیث رسالۃ "الغیبۃ والنمیمۃ" میں کلام میں گہرائی کی مذمت کے باب میں بیان کی ہے جس میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"مجھے اپنی امت میں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ ہر علیم اللسان منافق ہے"

دیکھیں : الغیبۃ والنمیمۃ (15) اور مسند احمد (22/1) محققین نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے

اور اس میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کا قول بھی مروی ہے : کلام میں تکلف کرنا شیطان کی جانب سے ہے "

اور ابن اثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"المتنطعون : وہ لوگ جو کلام میں غلو اور گہرائی اختیار کرتے ہیں، اور حلق کے آخری حصہ سے کلام کرتے ہیں، یہ نطع سے ماخوذ ہے جو منہ کے اوپر غار ہے، پھر اسے ہر قول اور عمل کے تعمق میں استعمال کیا جانے لگا "انتہی

دیکھیں : النھایۃ (164/5).

5 لایعنی اشیاء میں غور وخوض کرنا، اور ایسے سوال کرنا جو نہیں کرنے چاہیئں اور بلافائدہ بحث میں تکلف کرنا

خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"المتنطع : کسی چیز میں تعمق اختیار کرنے والا، اہل کلام جوایسی اشیاء میں داخل ہوتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں وہ لایعنی اشیاء ہیں کے مذاہب کوتلاش کرنے کا تکلف کرنے والا، یہ اہل کلام ایسے ہیں وہ ایسی اشیاء میں غوروخوض کرتے پھرتے ہیں جہاں ان کی عقل پہنچ ہی نہیں سکتیں"

ماخوذاز: عون المعبود(235/12).

اورابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"المتنطع : وہ شخص جولایعنی اشیاء میں بحث وتلاش کرے؛کیونکہ واجبات اور حرام میں جن حکم کا ذکر نہیں اس کے متعلق کثرت سے سوال کرنا اور تلاش کرنے سے بعض اوقات اس کے حرام ہونے کا اعتقاد پیدا ہو جائیگا یا پھر واجبات یا حرام کے مشابہ ہونے کی بنا پر اس کے واجب و حرام ہونے کا اعتقاد بن سکتا ہے

لہذا اس کو قبول کرنے میں ہی عافیت ہے، اور اس کو تلاش اور سوال کرنے سے رکنا ہی بہتر ہے" انتہی

دیکھیں : العلوم والحکم(285).

پھر ابن رجب رحمہ اللہ نے مجھول امور غیبیہ اور متکلف فقہی فروق کی ایسی مثالیں ذکر کی ہیں جن کے متعلق بحث سے اجتناب کرنا چاہیے، اور ایسے امور و مسائل جن کا وقوع نادر ہوتا ہے اس کی مثالیں بیان کی ہیں

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ ریاض الصالحین کی شرح میں کہتے ہیں :

"اسی طرح عبادت میں شدت اختیار کرنا، کہ انسان اپنے اوپر نماز یا روزہ یا دوسری عبادت جسے اللہ نے میسر اور آسان کیا ہے وہ شدت کرے، کیونکہ جب وہ اللہ کی جانب سے آسان کردہ میں اپنے اوپر شدت کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائیگا

اس میں بعض بیمار اور مریض اشخاص کا یہ عمل شامل ہے خاص کر رمضان میں جب اللہ سبحانہ وتعالی نے مریض کے لیے روزہ نہ رکھنا مباح کیا ہے، اور اس بیمار کو کھانے پینے کی بھی ضرورت ہے، لیکن وہ اپنے اوپر شدت کرتا ہوا روزہ رکھتا ہے، تو اس شخص کو ہم کہینگے کہ اس پر یہ حدیث "غلو اور شدت کرنے والے ہلاک ہوگئے" صادق آتی ہے

اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ بعض مجتھد قسم کے طلباء توحید کے باب میں کرتے ہیں، جب وہ رب ذوالجلال کی صفات کی آیات اور احادیث پڑھتے ہیں تو وہ اس کے متعلق بحث کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور ایسے سوالات کرتے ہیں جن کے وہ مکلف نہیں بنائے گئے، اور نہ صحابہ وتابعین اور ان کے بعد سلف امت اس پر چلے

آپ دیکھیں کہ وہ غلو اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے ایسی اشیاء اور امور تلاش کرتا اور بحث کرتا ہے جو ان امور میں شامل ہوتے ہیں جن کا انہیں مکلف نہیں بنایا گیا، ہم اس طرح کے افراد سے کہینگے :

اگر تو وہ کچھ جو صحابہ کرام کو کافی ہوا وہ تمہیں کافی ہے تو تم اس سے باز رہو، اور اگر تمہیں وہ کافی نہیں تو اللہ تم پر اسے وسیع نہیں کریگا، اور یہ جان لو کہ تم حرج و پریشانی اور شدت میں پڑھ جاؤ گے

اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ کچھ طلبا لفظی دلائل میں عقلی احتمالات داخل کر لیتے ہیں؛ آپ دیکھیں گے کہ وہ کہتا ہے یہ بھی احتمال ہے، اور یہ بھی احتمال ہے، حتی کہ وہ نص کا فائدہ ضائع کر دیتا ہے، اور ساری نص بے حس ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، یہ غلط ہے، آپ نصوص کا ظاہر لے لیں اور عقلی احتمالات کو چھوڑ دیں، کیونکہ اگر ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے دلائل پر عقلی احتمالات کو مسلط کر دیں تو ہمارے لیے کوئی حدیث یا آیت نہیں رہے گی جس سے انسان استدلال کر سکے، تو اس پر ہر چیز وارد ہو جائیگی، اور ہو سکتا ہے یہ وہمی امور اور عقلی امور اور شیطانی خیالات ہو، جو انسان کے دل میں ڈالتا ہے تاکہ وہ انسان کا اللہ پر ایمان اور عقیدہ خراب کر کے رکھ دے، اللہ اس سے

محفوظ رکھے

اس میں یہ بھی شامل ہے جو بعض متشدد دین وضوء میں کرتے ہیں کہ آپ دیکھیں گے وہ تین یا چار یا پانچ یا سات یا اس سے بھی زیادہ بار وضوء کرتا ہے، حالانکہ وہ اس سے عافیت میں ہے، اور اسی طرح غسل جنابت میں بھی اسے دیکھیں گے کہ وہ غسل کرتے وقت تکلف کرتے ہوئے پانی کانوں میں ڈالتا ہے اور ناک کی بانسریوں میں بھی اچھی طرح ڈالنے کا تکلف کرتا ہے

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں شامل ہوتا ہے:

" غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے، غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے، غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے "

لہذا جس نے بھی اپنے اوپر کسی ایسے امر میں سختی و شدت کی جس میں اللہ نے وسعت و آسانی رکھی ہے تو وہ اس حدیث میں داخل ہوگا " انتہی مختصرا

دیکھیں: شرح ریاض الصالحین (1/416-418).

دوم:

دین کے ظاہری شعار و علامات کا التزام کرنا، اور اللہ کی حدود کی حفاظت و پابندی کرنا، اور اللہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے ان پر عمل کرنا یہ سب کچھ دین کے واجبات میں شامل ہوتا ہے، اور اللہ رب العالمین کی جنت میں داخل ہونے کا باعث ہے

اسے تنطع اور غلو میں شامل نہیں کیا جائیگا، الا یہ کہ جو شریعت سے باہر نکلنا چاہے، اور دین کے ثابت شدہ احکام میں طعن کرے؛ کیونکہ تنطع اور غلو مذموم ہے اور تنطع یہ ہے کہ یہ شریعت کے قانون اور آداب سے خارج ہونا ہے، تو پھر دین پر عمل کرنا اور اس کے احکام پر مضبوط سے عمل کرنے کو تنطع اور غلو کیسے کہا جا سکتا ہے؟!!

اس میں فیصلہ کن بات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے لہذا جو بھی صحیح اور ظاہر دلائل میں کسی چیز کا وجوب آجائے مثلا چہرہ ڈھانپنا اور داڑھی بڑھانا یا کسی چیز کی حرمت مثلا گانا بجانا اور عورتوں سے اختلاط وغیرہ تو اس کو تنطع اور غلو کا وصف دینا جائز نہیں، کیونکہ ایسا کرنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے پر متنطع کا اتہام لازم آئیگا!! حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں

لیکن جو نصوص میں نہیں اور وہ غلو و تنطع کی مندرجہ بالا چار تفسیر اور معانی میں شامل ہو تو اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، اس کے اور ثابت شدہ اور ظاہر شرعی احکام کے درمیان خلط ملط کرنا جائز نہیں

سوم:

رہی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث:

" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان اختیار کرتے جبکہ وہ گناہ نہ ہوتا، اور اگر گناہ ہوتا تو وہ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور بھاگنے والے ہوتے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (3367) صحیح مسلم حدیث نمبر (2327).

اس لیے شریعت کو چھوڑنے کا کوئی معنی اور وجہ نہیں اور نہ ہی واجبات و فرائض میں کمی و کوتاہی کرنے کی کوئی وجہ ہے، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی بندگی تو سب لوازمات

کے ساتھ کرتے تھے، لیکن "دو معاملوں کے درمیان" سے مراد دنیاوی امور ہیں جن میں شرعی امر یا نہی نہیں، یا پھر وہ امور ہیں جو سنن اور واجبات میں سے وسعت واختیار پر مشتمل ہیں، لیکن جب وہ واجب یا حرام ہو تو بغیر کسی کمی و کوتاہی کے اس پر عمل کرنا ہوگا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"قولہ : "دو معاملوں کے درمیان" یعنی دنیاوی امور میں سے اس کی دلیل یہ قول ہے :

"جب تک وہ گناہ نہ ہوتا" کیونکہ دینی امور میں کوئی گناہ نہیں ہوتا

اور قولہ : "جب تک اس میں گناہ نہ ہوتا" یعنی جب آسان امر اور معاملہ گناہ کا مقتضی نہ ہوتا، تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدید امر کو اختیار کرتے، اور طرانی الاوسط میں انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے :

" مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں سے آسان امر کو اختیار فرماتے جب کہ اس میں ناراضگی نہ ہو" انتھی

دیکھیں : فتح الباری (575/6).

واللہ اعلم.